Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴ — فون: ۴۴۹ — ایڈیٹر: نسیم سیفی

جلد ۴۳/۷۸ | اتوار ۲۷ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ، ۱۸ وفا ۱۳۷۲ ہش، ۱۸ جولائی ۱۹۹۳ء | نمبر ۱۵۹

تقویٰ

جو شخص تقویٰ کی باریک راہوں کو اختیار کرے گا۔ اس کے اعمال قبولیت کا درجہ حاصل کریں گے ورنہ وہ ردّ کر دیئے جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ان پر کسی ثواب کا فیصلہ نہیں کرے گا۔ تو (۔) ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہی لوگ ہدایت سے فائدہ اٹھائیں گے اور اٹھانے والے ہوں گے جو اتقاء کی صفت میں استحکام اختیار کریں گے۔

(حضرت امام جماعت احمدیہ۔ الثالث)

حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے جو قربانی پیش کی وہ تاریخ عالم میں بے نظیر ہے

بار بار خواب آنے کے نتیجے میں حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے کی رضامندی سے اُن کو قربان کرنا چاہا

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ عید کا خلاصہ جو یکم جون ۱۹۹۳ء کو ناصر باغ گروس گیراؤ۔ جرمنی سے دنیا بھر میں براہِ راست ٹیلی کاسٹ کیا گیا

اس خطبہ کا خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے

ربوہ: یکم جون۔ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے امسال عید ناصر باغ۔ گروس گیراؤ۔ جرمنی میں پڑھائی اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں حضور نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی قربانی کے حوالے سے فرمایا خدا کے حضور ایک باپ نے جس خلوص اور تقویٰ کے ساتھ اپنے بیٹے کو قربان کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کی نظیر دنیا کے پردے پر نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ یہی ایک واقعہ ہے جس کو قرآن کریم میں بیان کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے چنا ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے اس واقعے کی تفاصیل بتاتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول کرتے ہوئے انہیں بڑھاپے میں اولاد عطا کی۔ اور پھر اس بیٹے کو اس کی والدہ کے ہمراہ وادی غیر ذی زرع میں چھوڑ دیا۔ یہ ایک عظیم الشان قربانی تھی جس کی نظیر دنیا بھر میں نہیں ملتی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ جب وہ بچہ بڑا ہو گیا اور باپ کے ساتھ دوڑنے بھاگنے لگا۔ یہ عمر اندازاً ۷ سے ۱۲ سال کے عرصے کی بنتی ہے۔ تو اس وقت باپ نے اپنے بیٹے کو کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔

اس مرحلے میں حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع نے فرمایا کہ یہاں پر "اریٰ" کا لفظ ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ "میں ایک خواب دیکھتا ہوں" بعید نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بار بار خواب دیکھی ہو۔ اس کے نتیجے میں پہلے اپنے بیٹے کو اس کی والدہ کے ہمراہ وادی غیر ذی زرع میں بھجوایا۔ اور اس طرح سے اس خواب کو پورا کر دیا۔ پھر بھی یہ خواب بار بار دکھائی جاتی رہی۔ اس سے یہ خیال آیا کہ شاید خواب پوری نہیں ہوئی۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بچے کے بڑے ہونے کا انتظار کیا۔ کہ وہ وقت آجائے جب بچہ سمجھداری سے قربانی کا مفہوم سمجھ سکے۔ یہاں سوال ہے کہ یہ خواب بار بار کیوں آتا رہا؟ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا اس میں یہی حکمت تھی کہ اگرچہ وادی غیر ذی زرع میں بچے کو چھوڑ کر قربانی کا حکم پورا کیا گیا تھا۔ لیکن اصل مفہوم یہ تھا کہ قربانی میں بچے کی تسلیم و رضا کو شامل کیا جائے۔ پہلی قربانی میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا کوئی دخل نہیں تھا۔ وہ اس آزمائش میں اپنے باپ کے ساتھ شامل نہیں تھے حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ یہاں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کوئی انسان کسی دوسرے انسان کی جان کی قربانی پیش نہیں کر سکتا۔ ہماری جماعت میں وقف کا نظام قائم ہے۔ اور اب واقفین نو کا سلسلہ جاری ہے۔ جب یہ بچے حضرت اسماعیلؑ کی عمر کے لگ بھگ پہنچیں گے تو ان سے پوچھا جائے گا کہ وہ اپنے ماں باپ کی طرح خدا تعالیٰ کے حضور سر تسلیم خم کرتے ہیں یا نہیں؟

حضرت امام جماعت احمدیہ الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بچے کو قربانی کے لئے لٹا دینا یہ عظیم واقعہ رویاء کی تکرار کے نتیجہ میں سامنے آیا۔ بار بار کے نظارے نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ میں نے تو پوری شرح صدر سے اپنی قربانی خدا کی راہ میں پیش کر دی تھی لیکن اب یہ خواب کیوں بار بار آرہی ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ شاید خدا تعالیٰ بدنی قربانی لینا پسند کر چکا ہے۔ بار بار رویاء کے

(باقی صہ ۲ پر)

اعلان دارالقضاء

(محترمہ امۃ اللطیف چیمہ صاحبہ بابت ترکہ مکرم محمود احمد صاحب)

محترمہ امۃ اللطیف چیمہ صاحبہ وغیرہ ورثاء مکرم محمود احمد صاحب چیمہ ساکنان ۱۱۶۔ احمد بلاک۔ نیو گارڈن ٹاؤن۔ لاہور نے درخواست دی ہے کہ موصوف بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں۔ اُن کے مندرجہ ذیل قطعات محلہ دارالنصر ربوہ میں واقع ہیں۔

I۔ قطعہ غ ۳۰/ب بلاک غ/۲ رقبہ ایک کنال

II۔ قطعہ غ ۳۱/ب بلاک ع/۲ رقبہ ایک کنال

III۔ قطعہ ع/۱ بلاک ع/۱ رقبہ ۱۸۔۱ کنال

ورثاء کی باہمی رضامندی سے یہ قطعات درج ذیل طریق کے مطابق منتقل کئے جائیں:

۱۔ قطعہ ع/۱ بلاک نمبر ۱ بنام مکرم خالد محمود چیمہ صاحب و مکرم شہزاد طارق محمود چیمہ صاحب

۲۔ قطعہ نمبر ۳۰ بلاک ع/۲ بنام " " " "

۳۔ قطعہ نمبر ۳۱ بلاک نمبر ۲ بنام محترمہ طلعت فرح چیمہ صاحبہ و محترمہ رفعت چیمہ صاحبہ

ورثاء کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ محترمہ امۃ اللطیف چیمہ صاحبہ — بیوہ
۲۔ مکرم خالد محمود چیمہ صاحب — بیٹا
۳۔ " شہزاد طارق محمود چیمہ صاحب — ۔"۔
۴۔ محترمہ طلعت فرح چیمہ صاحبہ — بیٹی
۵۔ " رفعت چیمہ صاحبہ — ۔"۔

بذریعہ اخبار اعلان کیا جاتا ہے کہ اگر کسی وارث یا غیر وارث کو اس انتقال پر کوئی اعتراض ہو تو تیس یوم کے اندر دارالقضاء میں اطلاع دیں۔

(ناظم دارالقضاء ربوہ)

نمایاں کامیابی

عزیزم مبشر احمد شاہد ابن مکرم ماسٹر رشید احمد صاحب ارشد آف ڈھرکنہ ضلع چکوال نے امسال اپنے سکول گورنمنٹ ہائی سکول بوچھال کلاں ضلع چکوال جماعت نہم کے سائنس گروپ کے طلباء میں ۶۸۶/۸۵۰ نمبر حاصل کر کے پہلی پوزیشن حاصل کی ہے خدا تعالیٰ عزیز کو مزید کامیابیوں سے نوازے۔

طابع: آغا سیف اللہ پرنٹر / قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۵۔ مقام اشاعت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فارسی منظوم کلام

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:

نمے باید مرا یک ذرّہ عزّتہائے ایں دنیا
منہ از بہرِ ما کرسی کہ ماموریم خدمت را

مجھے ذرّہ بھر دنیا کی عزت درکار نہیں۔ ہمارے لئے کرسی نہ بچھا کہ ہم تو خدمت پر مامور ہیں

ہمہ خلق وجہاں خواہد برائے نفسِ خود عزت
خلافِ من کہ مے خواہم براہِ یار ذلّت را

سب لوگ اور سارا جہاں اپنے لئے عزت چاہتا ہے برخلاف اس کے مَیں یار کی راہ میں ذلّت مانگتا ہوں

ہمہ در دورِ ایں عالم امان و عافیت خواہند
چہ افتاد ایں سرِ مارا کہ مے خواہد مصیبت را

سب لوگ اس زمانہ میں امن و عافیت کے خواستگار ہیں میرے سر کو کیا ہوا کہ وہ مصیبت کا خواہشمند ہے

حضرت بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:

مجھے ذرّہ بھر دنیا کی عزت درکار نہیں۔ ہمارے لئے کرسی نہ بچھا کہ ہم پر تو خدمت فرض کی گئی ہے۔

سب لوگ اور سارا جہان اپنے لئے عزت چاہتا ہے۔ برخلاف اس کے میں یار کی راہ میں ذلت مانگتا ہوں۔

سب لوگ اس زمانہ میں امن و عافیت کے خواستگار ہیں۔ میرے سر کو کیا ہوا کہ وہ مصیبت کا خواہش مند ہے۔

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ ان اشعار میں اس بات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ دنیوی عزت کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ وہ عزت جو انسان کسی دوسرے انسان کو دیتا ہے۔ وہ نہ صرف عارضی ہوتی ہے بلکہ جھوٹی بھی۔ ضروری نہیں کہ وہ شخص دوسرے کی قدر پوری طرح پہچانتا ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ بغیر کسی مقصد کے اسکی عزت کرتا ہو۔ چنانچہ یہ ساری باتیں دنیا داروں کی طرف سے دی گئی عزت کو ہیچ بنا دیتی ہیں۔ حقیقی عزت وہ ہے جو خدا تعالیٰ عطا کرتا ہے اور خدا تعالیٰ ان لوگوں کو عزت عطا کرتا ہے جو انسانیت کی خدمت کو اپنا فرض جانتے ہیں اور اسی میں مصروف رہتے ہیں۔

حضور فرماتے ہیں کہ جہاں تک دنیا کی عزت کا تعلق ہے مجھے تو اس کا ایک ذرہ بھی درکار نہیں ہے۔ میرا تو اللہ تعالیٰ نے فرض خدمتِ انسانیت قرار دیا ہے اور میں اسی کو اپنی حقیقی عزت کا باعث سمجھتا ہوں۔ انسانیت کی خدمت کرنے سے جو عزت ملتی ہے وہ دراصل خدا کی طرف سے ملتی ہے، حضور فرماتے ہیں کہ ساری دنیا اور تمام لوگ اس بات کی خواہش کرتے ہیں کہ لوگ ان کی عزت کریں۔ لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے۔ میری یہ خواہش ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں ذلت ملے حقیقت یہ ہے کہ دنیا دار لوگ اس بات کو سمجھ ہی نہیں سکتے کہ خدا تعالیٰ سے تعلق کی کیا حیثیت ہے۔ چنانچہ ایسے لوگوں سے وہ برسرِ پیکار ہو جاتے ہیں اور ان کی عزت کرنے کی بجائے ان کی ذلت کے درپے رہتے ہیں۔ حالانکہ جس شخص کا خدا تعالیٰ سے براہ راست رابطہ اور واسطہ ہو وہ اسی بات کو اپنی عزت کا باعث سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی خاطر لوگ اس سے دشمنی کریں اور اس کی تذلیل کرنا چاہیں حضور اپنے لئے دنیا داروں کی طرف سے دی گئی کسی عزت کے خواہاں نہیں بلکہ اس کے مقابل جسے دنیا دار ذلت قرار دیتے ہیں اسکی خواہش فرماتے ہیں کیونکہ وہ دراصل خدا سے محبت کے نتیجہ میں ملتی ہے۔ حضور فرماتے ہیں کہ اس زمانے میں ساری دنیا اس بات کی خواہش کرتی ہے۔ کہ اسے امن و امان ملے اور وہ عافیت کے ساتھ زندگی گذارے۔ لیکن میری کیفیت اس سے بالکل مختلف ہے۔ میری خواہش یہ ہے کہ مصائب میری راہ میں آئیں اور میں انہیں برداشت کروں کیونکہ یہ مصائب دراصل خدا تعالیٰ کی راہ میں آتے ہیں۔ دنیا دار کبھی اس بات کو

(باقی صفحہ ۷ پر)

بقیہ صفحہ ۱

نتیجے میں انہیں خیال آیا کہ شاید اللہ کی نگاہ میں بدنی قربانی ابھی جاری ہو۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا یہ ناممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کبھی کسی باپ کو اپنے بیٹے کی قربانی کی اجازت دے۔ جب تک بیٹے کی مرضی اس میں شامل نہ ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اس عمر کو پہنچ چکے ہوں گے جبکہ وہ خود فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہوں گے۔ تب یہ واقعہ ہوا اور جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنا چاہا تو اللہ کی طرف سے یہ آواز آئی کہ اپنا ہاتھ روک لے تو تو پہلے ہی اس رویاء کو پورا کر چکا ہے۔ مگر اب تو نے کامل شان کے ساتھ اس رویاء کو پورا کر دکھایا۔ یہ محض تیرے لئے ایک آزمائش تھی۔ جس میں تیرے ساتھ تیرے بچے کو بھی شامل کرنا مقصود تھا۔ تاکہ دنیا پر یہ واضح ہو سکے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے آباء و اجداد کیسی عظیم قربانی کرنے والے تھے۔ چنانچہ بتایا گیا ہے کہ ایک مینڈھا قریب کی ایک جھاڑی میں پھنس گیا۔ یہ عام تجربہ ہے کہ مینڈھے اپنے بڑے سینگوں کی وجہ سے جھاڑیوں میں پھنس جاتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے حکم ہوا کہ اس مینڈھے کو قربان کر دو۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مینڈھے کو قربان کر دیا۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ اس مرحلے پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ذبح عظیم کے ذریعے فدیہ ادا کر دیا۔ اب بظاہر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ پر مینڈھے کا ذبح ہونا کوئی عظیم فدیہ تو نہیں کہلا سکتا۔ باپ اور بیٹے کا اس قربانی پر راضی ہو جانا ایک بہت عظیم قربانی تھی اس کے مقابل پر مینڈھے کی قربانی کیا حیثیت رکھتی ہے؟

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا در حقیقت اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم اور آپؐ کے ساتھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قربانیاں ہیں۔ جنہوں نے اپنے آپ کو خدا کی راہ میں گاجر مولی کی طرح کٹوا دیا۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا اس واقعے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر متنازعہ ہے۔ لیکن حضرت امام جماعت الثانی کا یہ خیال تھا کہ اس واقعے کے وقت حضرت اسماعیلؑ کی عمر ۱۲-۱۳ سال تھی۔ میرا بھی یہی خیال ہے اور مجھے اس پر پورا اطمینان ہے کہ یہ عمر ۱۲-۱۳ سال تھی۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا میں جماعت احمدیہ کے محققین کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس بارے میں پوری تحقیق کریں اور عمر کے مسئلے کی بھرپور انداز میں وضاحت کریں۔

اس مرحلے پر حضور ایدہ اللہ نے جماعت احمدیہ کے ان قابل صد احترام افراد کا ذکر فرمایا جنہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں جان قربان کی۔ اور فرمایا اس کے بعد قربانی دینے والے اسیران راہ مولیٰ ہیں۔ جنہیں کبھی بیڑیاں لگائی جاتی ہیں کبھی ان پر سختیاں ہوتی ہیں۔ حضور نے ان اسیران کی محبت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اسیران مجھے خطوط میں لکھتے ہیں کہ جب ہمارا ذکر کرتے ہوئے آپ کی آواز بھرّا جاتی ہے تو ہمیں بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ حضور نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کا امتحان کا دور ختم کر دے ان کا ابتلاء ختم کرے۔ حضور نے احباب جماعت کو ان کی رہائی کیلئے ایک بار پھر دعا کی تحریک فرمائی۔

حضور ایدہ اللہ نے آخر میں تمام بنی نوع انسان کو عید مبارک کا تحفہ پیش کیا۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا جب مَیں لندن سے روانہ ہوا تو لندن کے مخلصین نے مجھے کہا کہ اس سال ہم آپ کے ساتھ عید کرنے سے محروم رہیں گے۔ تو مَیں نے انہیں کہا کہ میرے وہ پیارے بھی تو پاکستان میں ہیں جو مدّت سے ترس رہے ہیں۔ ان کے ساتھ مَیں نے عید نہیں منائی ان کا بھی تو خیال کرو۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا کہ آج تو ایسی صورت حال ہے کہ جسمانی طور پر ہی نہیں روحانی اور قلبی طور پر بھی امام جماعت سب دنیا کے احمدیوں کا سانجھا ہو گیا ہے۔

اس کے بعد حضور ایدہ اللہ نے دعا کرائی۔

دعا کے بعد فرمایا مَیں خطبہ ثانیہ دینا بھول گیا۔ یہ خطبہ تو لازمی ہے۔ اب مَیں خطبہ ثانیہ دوں گا۔ جس کے بعد نماز عید ختم ہو جائے گی کیونکہ دعا تو پہلے ہی ہو چکی ہے۔

"اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو" (حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عظیم قدوائی

سائنس سے نابلد خطۂ ارض

کیا وجہ ہے کہ گذشتہ چالیس پینتالیس سال میں چھیالیس سے زائد مسلمان ملکوں میں سے ایک بھی جنوبی کوریا اور تائیوان کی طرح "ایشیائی چیتے" کا مقام حاصل نہیں کر سکا؟

وہ کونسی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے انڈونیشیا سے مراکش تک کرۂ ارض کے تقریباً نصف سے زائد حصہ پر پھیلے ہوئے ممالک نے اقتصادی، صنعتی یا اعلیٰ علمی لیاقت کے حصول میں ابھرنے کا مظاہرہ نہیں کیا؟ کیا وجہ ہے کہ اس خطہ ارض نے ایک سے زیادہ نوبیل انعام یافتہ پیدا نہیں کیا (در حقیقت جس کو اپنانے سے بھی زیادہ تر انکار ہی کیا جاتا ہے) جبکہ بیسوی صدی میں سائنس طاقت اور عظمت کی بنیاد مانی جاتی ہے۔

برّاعظم کی تقسیم سے قبل عبدالحلیم شرر کے دل کو گرما دینے والے ناولوں میں صلیبی جنگوں کے دوران صلاح الدین ایوبی کے معرکے متوسط گھرانوں کے مسلم نوجوان پڑھ کر فخر محسوس کرتے تھے لیکن جب کبھی وہی نوجوان ایچ جی ویلز کی تصنیف مختصر تاریخ عالم (A SHORT HISTORY OF THE WORLD) پڑھتے تو شرر کے ناولوں کا سحر دھواں بن کر غائب ہو جاتا تھا۔

جب افسانوی انداز میں لکھی گئی تحریروں پر سے اس صدی کے نصف اول میں ظہور پذیر ہونے والے حقائق نے، خاص طور پر حیاتِ انسانی سے تعلق رکھنے والے حقائق نے پردہ ہٹایا تو ایچ جی ویلز کی تحریریں باوجود اس کی بعض مخالف اسلام تحریروں کے قابل یقین اور عبدالحلیم شرر کی داستانیں من گھڑت پرواز فکر کا نتیجہ نظر آنے لگیں۔

انڈونیشیا سے مراکش تک سوائے اتاترک کے ملک ترکی کے تمام اسلامی ملک یا تو برطانیہ کے غلام تھے یا ہالینڈ کے یا فرانس یا اٹلی کے۔ ایشیا اور افریقہ کے ہر ایک مفروضہ اسلامی ملک کے بادشاہ اور سلطان کسی نہ کسی یورپی طاقت کے کٹھ پتلی تھے۔ ان ملکوں کے لوگوں میں غربت (اس وقت مشرقِ وسطیٰ میں سوائے چند جگہوں کے تیل دریافت نہیں ہوا تھا) ناخواندگی اور جہالت کا دور دورہ تھا۔

۱۹۳۹ء میں دوسری عالمی جنگ شروع ہوئی جس میں باوجود اتحادیوں کی کامیابی کے یورپی طاقتوں کا زوال کھل کر سامنے آ گیا۔ خاص طور پر سلطنت برطانیہ جس میں کبھی سورج غروب نہ ہوتا تھا اس میں شگاف پڑے اور پھر یکسر معدوم ہو گئی۔

مسلم ممالک میں پاکستان پہلے، اس کے بعد انڈونیشیا اور پھر مشرق وسطیٰ کے مسلم علاقے آزاد ہوئے۔ الجیریا گو کہ بعد میں آزاد ہوا لیکن وہ یورپی سامراج کے تابوت میں ٹھونکی جانے والی آخری کیل بن گیا۔ الجیریا سے فرانس کی پسپائی کے بعد یورپین طاقتیں کسی جگہ بھی قدم نہ جما سکیں۔ چنانچہ اپنی قسمت پر صبر کر کے وہ اپنے ملکی حدود کے اندر حکومت کرنے لگیں۔

یہ ایک طرح کی بھگدڑ تھی۔ مسلم ممالک بظاہر آزادی اور حصول اقتدار کی طرف دوڑتے نظر آئے اور یورپی طاقتیں ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ زوال پذیر ہیں اور کمزور ہوتی جا رہی ہیں۔

لیکن یہ منظر جلد ہی سراب یا نظر کا دھوکا ثابت ہوا۔ مسلم معاشرے میں خلقی طور پر کوئی ایسی کمزوری ہے جس نے ترقی اور طاقت حاصل کرنے کے عمل کو روک دیا۔ البتہ ہر ایک یورپی قوم نے تعجب خیز تیز رفتاری سے صنعت و حرفت میں ترقی کرنا شروع کر دی۔ دوسری عالمی جنگ کی راکھ سے ایک طاقتور مغربی جرمنی ابھرا اس کے حدود اربعہ کم کر دیئے گئے تھے لیکن اپنے حدود کے اندر چیونٹیوں کی طرح سخت محنت سے کام کر کے وہ پہلے سے زیادہ طاقتور ہو کر ابھرا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان میں خداداد صلاحیتیں ہیں جنہوں نے ان کو طاقتور بنا دیا۔

اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ دنیا کے موجودہ نظام نے اقتصادی طور پر تیسری دنیا کے ممالک کو جس طرح جکڑ رکھا ہے وہ ان ممالک کو ترقی حاصل کرتے اور آسودہ حال ہونے سے روکتا ہے۔ لیکن یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ چار "ایشیائی چیتوں" کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے جنہوں نے تیسری دنیا کے ممالک کی ابتر حالت سے ترقی کر کے حالیہ دور میں ترقی یافتہ قوموں کا درجہ حاصل کر لیا ہے؟

مسئلہ زیر بحث کے اس مقام پر سودمند ہو گا کہ ہم دیکھیں کہ ایچ۔ جی۔ ویلز نے دور اول کے مسلمانوں کے بارہ میں کیا کہا ہے اور اس دور کے مسلمان کیوں طاقتور اور کامیاب تھے؟

اس کی تحریروں میں اسلام کے خلاف ہتک آمیز باتوں پر تمام عالم اسلام میں صحیح طور پر ملامت کی گئی ہے لیکن ہم اس بات سے قطع نظر نہیں کر سکتے کہ اس نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام خطبہ حجۃ الوداع میں موجود قوت و شوکت اور شرافت کا بھی اعتراف کیا ہے۔

وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری خطبہ سے اقتباس دیتے ہوئے جس کو وہ ایک اعلیٰ ترین پیغام کہتا ہے، لکھتا ہے۔

پہلا پیراگراف اہل اسلام میں ہر قسم کی جنگ و جدال اور خون بہانے کی ممانعت کرتا ہے۔ آخری پیراگراف سیاہ فام حبشی مسلمان کو خلیفہ کے برابر کر دیتا ہے۔ دونوں پیراگراف یہ ہیں۔

"اے لوگو! میری بات کو اچھی طرح سنو اور سمجھو کیونکہ میں نہیں جانتا کہ اس سال کے بعد کبھی بھی میں تم لوگوں کے درمیان موجود ہوں گا۔ تمہاری جانوں اور مالوں کو ایک دوسرے کے حملہ سے قیامت تک کے لئے محفوظ قرار دیا گیا ہے۔"

"اے لوگو! میری بات کو اچھی طرح سنو اور سمجھو۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ تم سب ایک ہی درجہ کے ہو۔"

ویلز آگے چل کر کہتا ہے:۔

"روزمرہ کے آپس کے تعلقات میں رحم دلی اور لطف و عنایت پر اس قدر زور دینا اسلام کی بہت بڑی خوبی ہے لیکن اسلام میں صرف یہی ایک خوبی نہیں ہے۔ اسلام قرآن میں موجود تعلیم کی بنیاد پر بلا ملاوٹ خالص توحید کا انتہائی اہم تصور یعنی خدائے واحد کی صورت میں پیش کرتا ہے جو یہود کی طرح صرف مسلمانوں کا خدا نہیں ہے بلکہ سب ہی کا ہے۔"

وہ کیا وجوہات ہیں جن کی بناء پر ایک ایسا معاشرہ جس نے ایچ۔ جی ویلز جیسے تاریخ دان کو جس کو عام طور پر معاندینِ اسلام میں شمار کیا جاتا ہے اس سے خراج تحسین حاصل کیا وہ معاشرہ روبہ زوال ہو گیا۔

یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر اپنی پستی اور زوال کی وجہ معلوم کریں اور یہ کہ ہم کیوں کھوئی ہوئی قوت و شوکت کو دوبارہ حاصل کرنے میں ناکام ہیں؟ صرف اسی صورت میں ہم اس راستہ کو اختیار کر سکتے ہیں جو ہم کو ہماری پستی کی بے پناہ گہرائی سے نکال کر کامیابی کی راہ پر گامزن کر سکتی ہے۔

پرویز ہود بھائی نے اپنی نہایت اعلیٰ طور پر برانگیختہ کرنے والی کتاب (RELIGIOUS ORTHODOXY AND THE STRUGGLE FOR RATIONALITY) میں مناسب طور پر یہ سوال اٹھایا ہے کہ "سائنسی انقلاب اسلام میں کیوں ظہور پذیر نہیں ہوا؟"

وہ مذکورہ بالا سوال کے جواب میں پانچ مختلف قسم کے وجوہات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ لیکن وہ اپنی تحقیق میں مسلمانوں کے نظام تعلیم کو خاص طور پر انکی پستی کا ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ دوسری وجوہات میں اسلامی سیاست، رجحانات اور فلسفہ وغیرہ کو۔ پروفیسر ہود بھائی نے مسئلہ کو سادہ اور سہل بنا دیا ہے۔ لیکن ان کی رائے سے اتفاق کرنا مشکل ہے۔ مسئلہ کی اصل وجہ معلوم کرنے کے لئے زیادہ گہرائی میں جانے کی ضرورت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نظام تعلیم یا سیاست بہر صورت کسی معاشرہ کی پیداوار ہوتے ہیں نہ کہ اس کی بنیادی خصلت یا صفت۔

روایتی مذہبی عقیدے میں شدت پسندی (ORTHODOXY) نے تقریباً ایک ہزار سال سے سائنسی عقلیت اور استدلال پسندی پر ایک گہرا پردہ ڈال رکھا ہے۔ یہ مسلم معاشرے میں کمزوری کی اولین وجہ ہے۔

کلیسائی طرز کا مذہبی عالم اس وقت نمودار ہوا جب حکومت بادشاہ کے ہاتھ میں آئی یا خلیفہ خود بادشاہ بن گیا۔ اسلام کے ابتدائی زمانے میں جب مسلمانوں کی طاقت عروج پر تھی۔ نہ تو مذہبی پیشوا اور نہ کلیسا کی طرح کے ادارے تھے۔ اس کے بعد ہی جادوگرنیوں کی تلاش کی جانے لگی۔ جو کوئی شخص بھی تاج شاہی کے لئے خطرہ یا مشکل پیدا کرنے والا نظر آیا اس کو کافر قرار دے دیا گیا اس کے باوجود کہ وہ کھلم کھلا اپنے اسلام کا اعلان کرتا تھا۔ اب

باقی صفحہ ۶ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کس نے کیا کہا

اخبارات کے شکریہ کے ساتھ

دی نیوز انٹرنیشنل

۱۰ ۔ مئی ۱۹۹۳ء

Low literacy rate

From Atiqa Kanwal

There is no doubt that democracy has a pre-requisite of high literacy to function well as is evident from Western countries. However, in Pakistan political instability is due to a feudal society rather than ignorance of the ideology of Pakistan, low literacy rate, lack of political consciousness and administrative corruption. This was contended by Wasim Sajjad, Senate Chairman in his address at the convocation of Government Degree College, Haripur, on 27 April, 1993.

Literacy rate was zero among Muslims of India when Sir Syed started preaching study of English and it was only 1 or 2 per cent when the Muslim League was founded early in the 20th century.

Almost all political leaders come from a feudal background. Whether it is election or selection, political leaders are the same personalities. They were no different even during the three martial law regimes. People have no choice. Whether they cast votes or not, these established feudals are their leaders.

As long as the structure and composition of the society of Pakistan does not undergo drastic change, there is no hope of improvement in the political sphere. A reformist campaign to have national integration, relegating castes, tribes, "braderis", language, etc, to secondary consideration, can work wonders to bring about a broad-based nation.

This would set a pace to have a change in the electorate structure. Whether educated or illiterate, all can be drawn in with the start of the campaign to effect a social change in society through inter-marriages.

All Muslims are brethren according to the Quran and even the people living in different provinces can be united through a national integration campaign.

Rawalpindi

The News International, Monday, May 10, 1993

دی نیوز انٹرنیشنل کے ۱۰ ؍مئی ۱۹۹۳ء کے شمارے میں عتیقہ کنول نے خطوط کے کالم میں کہا:۔

اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ جیسا کہ مغربی ممالک سے ظاہر ہے جمہوریت کو بہتر طریق پر چلانے کے لئے اچھی خاصی خواندگی کی ضرورت ہے یعنی یہ اس کی ایسی ضرورت ہے کہ اس کے بغیر جمہوریت چل نہیں سکتی۔ البتہ پاکستان میں سیاسی عدم استحکام فیوڈل سماج کی وجہ سے ہے نہ کہ پاکستان کے نظریہ سے ناواقفیت کی بناء پر۔ اس طرح شرح خواندگی کم ہے۔ سیاسی شعور بھی کم ہے اور انتظامی طور پر یہاں کرپشن ہے۔

یہ ہے وہ بات جو وسیم سجاد سینٹ چیئرمین نے اپنے اس خطاب میں کہی جو انہوں نے گورنمنٹ ڈگری کالج ہری پور میں ۲۷ ؍اپریل کو پیش کیا تھا۔

ہندوستان کے مسلمانوں میں جب سرسید نے انگریزی زبان کے حصولِ تعلیم کا وعظ شروع کیا تو ہندوستانی مسلمانوں میں خواندگی کی شرح صفر تھی اور جب مسلم لیگ ۲۰ ویں صدی کے اوائل میں وجود میں آئی تو اس وقت شرح خواندگی ایک یا دو فیصد تھی۔

تمام سیاسی لیڈر فیوڈل پس منظر سے آتے ہیں۔ چاہے الیکشن ہو یا سیلیکشن۔ سیاسی لیڈر وہی شخصیتیں ہوتی ہیں۔ وہ تین مارشل لاؤں کے دَور میں کوئی بدل نہیں گئے تھے۔ عوام الناس کا تو کوئی انتخاب ہی نہیں ہے وہ ووٹ دیں یا نہ دیں۔ یہی لوگ (فیوڈل) ان کے لیڈر رہتے ہیں۔

جب تک پاکستان میں ہمارے سماج کا نظام بدل نہیں جاتا اور بہت شدید قسم کی تبدیلیاں نہیں آجاتیں یہاں سیاسی فضا کے بہتر ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے۔

ایک تو اصلاحی مہم کی ضرورت ہے جس کے ذریعے قوم کو یکجہتی ملے۔ ذاتوں کو پیچھے چھوڑ دیا جائے اسی طرح قبیلوں اور برادریوں اور زبان کے تعلق کو بھی۔ ان چیزوں کو ثانوی حیثیت ملنی چاہیئے۔ اس قسم کے امور سے ایک وسیع البنیاد قوم وجود میں آئے گی۔ اور

ایسا معجزانہ طور پر ہو کر رہے گا۔ اس سے پھر اس راہ پر چل نکلیں گے جہاں انتخابی نظام کو تبدیل کیا جا سکتا ہے لوگ چاہے تعلیم یافتہ ہوں یا غیر تعلیم یافتہ سب کو اس دائرے میں لایا جا سکتا ہے اور ایک سماجی تبدیلی کے لئے انہیں استعمال کیا جا سکتا ہے اور ایسا کرنے کے لئے آپس میں شادیاں ہونی چاہئیں۔ اور اسی بات سے آغاز ہونا چاہیئے۔

قرآن مجید کے مطابق تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں اور مختلف صوبوں میں رہنے والے لوگوں کو صرف اسی طرح اکٹھا کیا جا سکتا ہے کہ ایک قومی یکجہتی کی مہم چلائی جائے۔

یہ خط راولپنڈی سے لکھا گیا

دی نیوز انٹرنیشنل

۲۳ ۔ جون ۱۹۹۳ء

Professor Salam

From Haroon Hameed Bajwa

Professor Abdus Salam is a Nobel laureate physicist. He is the only Pakistani who has won a Nobel Prize. The whole world knows him. But do the citizens of the Islamic Republic of Pakistan know him?

Professor Salam is a rare jewel. Unfortunately we do not know his worth. We have failed to benefit from him. Our religious bigotry has blinded us to his greatness. Our newspapers are full of vitriolic propaganda against him. We are told that he is an Israeli agent who has been assigned to steal Pakistan's nuclear secrets. What a shame!

Our attitude towards Professor Salam indicates that we are not interested in science and technology. It seems that we are hellbent on entering the 21st century as an illiterate and ignorant nation.

Okara

The News International, Wednesday, June 23, 1993

ہارون حمید باجوہ انٹرنیشنل نیوز کے ۲۳ ؍جون ۱۹۹۳ء کے شمارے میں خطوط کے کالم میں کہتے ہیں۔

پروفیسر عبدالسلام فرسٹ نوبل لاریٹ ہیں۔ وہ واحد پاکستانی ہیں جنہیں نوبل انعام ملا۔ ساری دنیا انہیں جانتی ہے۔ لیکن کیا اسلامی ریپبلک آف پاکستان کے شہری بھی انہیں جانتے ہیں

پروفیسر سلام ایک نہایت نایاب ہیرا ہے۔ بدقسمتی سے ہم ان کی اہمیت کو نہیں سمجھتے۔ ہم نے ان سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ ہمارے مذہبی تعصب نے ہمیں ان کی عظمت کی طرف سے اندھا کر دیا ہے۔ ہمارے اخبارات ان کے خلاف نہایت گھٹیا پروپیگنڈہ میں مصروف رہتے ہیں۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ وہ اسرائیل کے ایجنٹ ہیں۔ جنہیں پاکستانی نیوکلیئر راز چرانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ یہ کتنی (ہمارے لئے) شرم کی بات ہے۔

پروفیسر سلام کے لئے ہمارا رویہ بتاتا ہے کہ ہم سائنس اور ٹیکنالوجی میں ہرگز دلچسپی نہیں رکھتے۔ ایسا لگتا ہے کہ ہم ۲۱ ویں صدی میں بطور ناخواندہ اور ناواقف قوم کے داخل ہونا چاہتے ہیں۔

یہ خط اوکاڑہ سے لکھا گیا

ڈان

۲۶ ۔ جون ۱۹۹۳ء

مسعود۔ اے۔ بھٹی ڈان ۲۶ ؍جون ۱۹۹۳ء کے شمارے میں خطوط کے کالم میں کہتے ہیں:

امریکہ کی سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ جانوروں کا مذہبی رسومات کے لئے ذبح کرنا ایک مذہبی گروہ کا حق ہے۔ یہ فیصلہ دیتے ہوئے سپریم کورٹ نے کہا ہے کہ لیجسلیٹو کو چاہیئے کہ وہ کوئی ایسا طریق ظاہراً یا خفیہ استعمال نہ کریں جس سے وہ اس مذہبی رسم کی ادائیگی کرنے والوں کو تکلیف پہنچائیں یا دبانے کی کوشش کریں۔

یہ بات اسلئے کہی گئی کہ فسٹ امینڈمنٹ جو امریکہ کی کنسٹی ٹیوشن میں کی گئی تھی۔ اس میں یہ بات موجود ہے کہ کانگریس کسی ایک تنظیم یا مذہب کے متعلق کوئی ایسے قانون نہیں بنائے گی۔ جس سے ان چیزوں کے عمل میں رکاوٹ پیدا ہو۔ امریکہ کے ترقی یافتہ ہو جانے کی اور سپر پاور بن جانے کی سب سے بڑی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو جو کام کر سکتے تھے کام لیتا ہے۔ یعنی افرادی قوت میں سے ہر وہ شخص جو کسی کام کے اہل تھا۔ اس سے کام لیا جاتا ہے۔ اور یہ اس طرح ممکن ہوا کہ دستور میں پہلی ترمیم کی گئی جس میں اس امکان کو روکا گیا۔ کہ ایسی کوئی امتیازی بات کی جائے جو مذہبی بنیاد پر ہو۔ مذہب یا مذہبی عقائد کی بنیاد پر ہو۔ جس سے کسی کو کوئی کام کرنے سے روکا جانا مقصود ہو۔ ہر فرد کی قابلیت سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ اور صرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ اسکی کام کرنے کی اہلیت کیا ہے۔ لوگ مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں لیکن انہیں برابر کے ملکی شہری سمجھا جاتا ہے۔

اس کے بالمقابل ایسا لگتا ہے کہ پاکستان ایک ایسی پالیسی پر عمل کر رہا ہے جو اس سے صریحاً متضاد ہے۔ جو ہمارا ملک قائم کرنے والے عظیم بزرگوں نے اختیار کی تھی۔ جبکہ ملک کو آزادی ملی تھی۔ قائداعظم نے کنسٹی ٹیوئنٹ اسمبلی میں ۱۹۴۷ء میں اپنے خطاب میں کہا تھا۔ اور یہ بات کھل کر کہی گئی تھی۔ اور یقین دہانی کے طور پر یہ کہی گئی تھی کہ مذہب تمہاری ریاست کے معاملات میں کسی قسم کی کسی طرح بھی دخیل نہیں ہوگا اب یہ بات ظاہر ہے کہ کاروبارِ ریاست

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مذہبی متعصب لوگوں سے بہت زیادہ متاثر ہو رہا ہے اور یہ لوگ ملک کو مختلف

Perilous path

THE US Supreme Court while upholding the rights of a religious group to slaughter animals as part of its religious ritual recently ruled that the 'legislators may not devise mechanisms, overt or disguised, designed to persecute or oppress a religion or its practices'. This ruling was given in the light of the First Amendment to the US Constitution which states that 'Congress shall make no law respecting an establishment of religion or prohibiting the free exercise thereof'.

One of the major factors responsible for the development of the United States as a superpower was its ability to utilise the maximum out of its most productive resource, that is, manpower. This was made possible by the enactment of the First Amendment which precluded possibility of any discrimination being practised on the basis of one's religion or religious beliefs. The capability of each individual is utilised based on merit alone and people belonging to different faiths are considered equal citizens of the country.

On the contrary Pakistan seems to be following a policy totally at variance with what our founding fathers had stated at the time of independence. The Quaid-i-Azam in his address to the Constituent Assembly in 1947 had categorically assured that 'religion will have nothing to do with the business of State'. It is now apparent that the state business is being strongly influenced by religious fanatics who are hell bent to destroy the social fabric of our country by dividing the nation into various classes of citizens based on their religion. Laws are enacted regularly restricting the rights of the minorities to practise and profess their religion and countless members of religious communities have been put behind bars under the Blasphemy Act and the Anti Ahmaddiyya Ordinances.

It is indeed unfortunate that we refuse to take any lessons from the countries which have been successful in developing themselves economically, socially and politically by utilising the available manpower resources irrespective of the individuals' religious beliefs. Our obsession for meddling in peoples' religion and their beliefs have taken us well back into the nineteenth century. We have lagged far behind in development of scientific knowledge and modern technology and are trailing behind even those countries that gained independence much later.

In order to get back on the right track what is needed is a concerted effort to draw and utilise the maximum out our pool of resourceful manpower. The question is: who is going to lead the way. Our politicians, who are busy in their personal pursuits of power or the zealots who see nothing beyond their self-defined parameters of religious bigotry and fundamentalism?

MASOOD A. BHATTY
Karachi

DAWN SATURDAY, JUNE 26, 1993

مذہبی طبقات میں تقسیم کر کے ملک کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے قوانین باقاعدگی کے ساتھ بنائے جا رہے ہیں۔ جن میں اقلیتوں کو ان کے حقوق سے محروم کیا جا رہا ہے اور انہیں اپنے مذہب پر عمل کرنے اور اپنے اعتقاد کا اظہار کرنے سے روکا جاتا ہے۔ بے شمار مذہبی افراد کو جیلوں میں ڈالا جا چکا ہے۔ اور ایسا "گستاخ" بلیسس فیمی ایکٹ کے ماتحت کیا جاتا ہے۔ اور اینٹی احمدیہ آرڈی ننس کے سلسلے میں۔

یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم ان ممالک سے جو اپنی اقتصادیات میں اپنے معاشرتی نظام میں اور اپنی سیاست میں نہایت کامیاب ہیں کوئی سبق نہیں لے رہے۔ یہ ممالک اپنی افرادی قوت میں سے بلا امتیاز ہر اس شخص سے کام لیتے ہیں جو کام کی اہلیت رکھتا ہے۔ انہیں مذہب کی کوئی تخصیص نہیں ہوتی۔ ہمارا یہ حق کہ ہم لوگوں کے مذاہب میں دخل اندازی کریں اور ان کے عقائد پر بھی انگلیاں اٹھائیں ہمیں بہت پیچھے لے گیا ہے۔ یہاں تک کہ ہم ۱۹ ویں صدی میں پہنچ گئے ہیں۔

ہم ترقی پذیر ممالک سے سائنسی علوم سے بہت پیچھے ہیں اور اسی طرح جدید ٹیکنالوجی سے بھی۔ ہم ان لوگوں سے بھی خاصے پیچھے ہیں جنہیں ہمارے بعد آزادی ملی۔ ہمیں صحیح راستے پر آجانے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم ہر قسم کے ٹیلنٹ کو زیادہ سے زیادہ اکٹھا کریں۔ اور اس سے قومی طور پر فائدہ اٹھائیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ایسا کرنے کے لئے ہماری راہنمائی کون کرے گا۔ کیا ہمارے سیاست دان ایسا کریں گے۔ جو اپنے اپنے مفادات کے لئے جن میں طاقت اور قوت کا حاصل کرنا بھی شامل ہے کوشش کر رہے ہیں اور یا وہ متعصب لوگ جنہیں صرف اپنی طرح کے مذہبی تعصبات اور بنیاد پرستی سے فرصت نہیں ملتی۔

(یہ خط کراچی سے لکھا گیا)

دی نیوز انٹرنیشنل
۲۵ جون ۱۹۹۳ء

دی نیوز انٹرنیشنل کے ۲۵ جون ۱۹۹۳ء کے شمارے میں ایس۔ ایم۔ ایچ رضوی خطوط کے کالم میں کہتے ہیں:۔ میں ماہرین قانون سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ بعض اہم سوالات کی طرف توجہ دیں۔ مثلاً:۔

۱۹۷۳ء کا دستور کس طرح منتخب اسمبلی کے نصف ارکان کی طرف سے بنایا گیا (۱۹۷۰ء میں) جبکہ انہوں نے نئے ملک سے جو ۱۹۷۱ء کی تقسیم سے بنا تھا۔ مینڈیٹ حاصل نہیں کیا تھا۔ کیونکہ یہ ملک یعنی یہ حصہ بطور ایک نئے ملک کے تو اس وقت موجود بھی نہیں تھا۔ جب انتخابات کروائے گئے۔

New election system

From S. M. H. Rizvi,

Legal experts are requested to look into some major questions such as:

• How was the 1973 Constitution allowed to be framed by less than half the assembly elected in 1970 without a fresh mandate from the people of the new country born after the 1971 division, which did not exist as such at the time of its election?

• How could this half assembly assume powers and functions of a full assembly and have two-thirds majority of its 1970 strength, even if all its members agreed and signed?

• In case the action of half the 1970 assembly is found to be legally void, what would they accept as accountability for failing to point out this basic flaw so far, except the age old "Doctrine of Necessity" which will not hold water any more?

Whatever the outcome of these queries, the nation is faced with the vital question as to where do we go from here. I appeal to all leaders, legal experts, the President and the Prime Minister to sink their differences in the overall national interests and to evolve a new system of elections and governance to ensure eradication of all these evils in line with Islamic injunctions.

I venture to suggest the following for urgent consideration:

• Cost-free election system.

• Seats in assemblies, cabinets and governments in proportion to the party votes gained.

• Sweeping land reforms starting with permanent tenancy rights to all tenants and "haris."

• Complete disarmament in cities and villages.

I hope all leaders will give these aspects their immediate consideration.

Karachi

The News International, Friday, June 25, 1993

یہ نصف اسمبلی کس طرح پوری اسمبلی کے اختیارات کی حامل ہو سکتی تھی اور ۱۹۷۰ء کے اراکین اسمبلی کی دو تہائی اسے کس طرح حاصل ہو سکتی تھی۔ اگر اس کے تمام ممبر اس سے اتفاق بھی کر لیتے اور اس پہ دستخط بھی کر دیتے۔

اس صورت میں ۱۹۷۰ء کی نصف اسمبلی کو اگر قانونی طور پر جواز بھی دے دیا جائے تو وہ کس بات کو احتساب کے سلسلے میں تسلیم کریں گے کہ یہ بنیادی خامی ظاہر کی گئی۔ سوائے اس کے کہ نظریہ ضرورت کو پیش کیا جائے جس کی اس وقت کوئی وقعت نہ سمجھی جائے گی۔

ان سوالات کے جواب چاہے کچھ ہی ہوں۔ اس وقت قوم کے سامنے سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ ہم یہاں سے کہاں جائیں۔ میں تمام لیڈروں سے قانون کے ماہرین سے۔ صدر اور وزیر اعظم سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے اختلافات کو ختم کر دیں اور قومی مفاد کے لئے کام کریں اور انتخابات کا اور حکمرانی کا بھی ایک نیا طریق کار وجود میں لائیں تاکہ یہ تمام برائیاں اسلامی احکام کے پیش نظر ختم ہو جائیں۔ میں یہ بھی کہوں گا کہ مندرجہ ذیل باتیں زیر غور لائی جائیں۔ انتخاب کا ایسا طریق کار ہونا چاہیے۔ جس پر کچھ خرچ نہ ہو۔ اسمبلیوں میں کابینہ میں اور حکومتوں میں پارٹی کے ووٹوں کے مطابق اراکین شامل کئے جانے چاہئیں۔ تمام ہاریوں کو زمین کی تقسیم کی اصلاحات قابل عمل بنانی چاہیئے۔ اور یہ زمینیں ان کی مستقل ملکیت ہونی چاہئیں۔ تمام شہروں میں اور دیہات میں کسی شخص کو بھی اسلحہ رکھنے کی اجازت نہ دی جائے۔ مجھے امید ہے کہ تمام لیڈر ان معاملات کی طرف فوری توجہ دیں گے۔

یہ خط کراچی سے لکھا گیا۔

دی نیوز انٹرنیشنل
۳۰ جون ۱۹۹۳ء

Long nails

From DrYaqoob Bhatti

Dr Fauzia Dost Muhammad has very rightly pointed out the unhealthy fashion of growing long nails by the hospital nurses in a craze to copy the western culture. This practice can lead to the spread of a host of infections that could create nightmarish conditions in our hospitals that already harbour all kinds of bacteria and viruses.

In good old times the nails of children in schools were examined by the teachers to ensure that these were kept trimmed and short.

The ladies should refrain from growing their nails in a "churail" like fashion that is abhorred in the eastern culture. For the sake of health of their wards the upper class ladies should follow Dr Fauzia's advice. In the long run it would benefit the whole nation because they are the trend-setters in fashion.

Lahore

The News International,
Wednesday June 30, 1993

ڈاکٹر یعقوب بھٹی نیوز انٹرنیشنل کے ۳۰ جون ۱۹۹۳ء کے شمارے میں لمبے ناخنوں کے سلسلے میں خطوط کے کالم میں کہتے ہیں۔ ڈاکٹر فوزیہ دوست محمد نے نہایت

باقی صفحہ ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بقیہ: صـ ۳

صورتحال یہ ہوگئی ہے کہ انسان اور اس کے خالق کے درمیان اس کے ضمیر کی آواز کا فیصلہ کرنے والا ایک ظالم ثالث بھی آگیا۔ ایک ایسا شخص جو ایک مسلمان کو کافر قرار دینے کا فتویٰ صادر کر سکتا تھا حالانکہ اس فتویٰ صادر کرنے والے کو اس بات کا قطعی طور پر کوئی حق نہیں تھا۔

روایتی مذہبی عقیدے میں شدت پسندی نے ظلم کی صورت اختیار کر لی خوف نے استدلال اور معقولیت کے آگے دیوار کھڑی کر دی۔ صرف اس بناء پر کسی شخص کا حقہ پانی بند کیا جا سکتا تھا۔ (بائیکاٹ کیا جا سکتا تھا) کہ مذہبی پیشوا (ملاّ) کی یہ خواہش تھی۔ گیارہویں صدی میں تقریباً ایک ہزار سال ہوتے امام غزالیؒ نے کہا۔

"ایک بدکار اور وحشی سلطان، جب تک اس کو فوجی قوت حاصل ہو، ضرورت کے ماتحت اس کے قبضہ کو قائم رکھنا چاہیئے اور اس کی اطاعت کرنا چاہیئے۔ آج کل کے زمانہ میں حکومت صرف فوجی قوت کا نتیجہ ہی ہوتی ہے اور فوجی طاقت رکھنے والا جس کسی کی بھی اطاعت کرتا ہے وہی خلیفہ ہے۔"

اس کے باوجود غاصبانہ قبضہ کرنے والے کے لئے قانونی جواز کا حصول ضروری تھا۔ لہٰذا کلیسا کی غیر موجودگی میں ملاّ کلیسائی طرز کے مذہبی پیشوا کا کردار انجام دیتا تھا اور کسی احتجاج کرنے والے کی آواز کو دبانے کے لئے فتویٰ سے کام لیا جاتا تھا۔

ہلاکو خان کے ہاتھوں ۱۲۵۸ء میں بغداد کی تباہی کے بعد دنیوی بادشاہوں اور سلطانوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور کلیسائی طرز کا مذہبی پیشوا مذہب کا اجارہ دار بن گیا۔

وہ لوگ جو روشن ستاروں کی طرح تیز رفتاری سے مسلمانوں کی ترقی کے لئے محرک ہوتے تھے ان کے خلاف معاشرے میں ناانصافی، ظلم اور عدم مساوات کے رجحانات کا دور دورہ ہو گیا۔ آج بھی وہی صورتحال ہے۔

بہرحال اجتہاد (یعنی مذہبی احکامات کو زمانہ حال کی ضروریات کے مطابق ڈھالنا) کا دروازہ بند کرنے کا عمل مسلمانوں کی ترقی کو روکنے میں کفن میں ٹھونکی جانے والی آخری کیل ثابت ہوا۔

یہ صورتحال آج سے تقریباً سات آٹھ سو سال قبل وقوع پذیر ہوئی۔

لیکن FLY WHEEL یعنی مشین کی رفتار کو قائم رکھنے والے پرزے کے اثر کی طرح جو علم طبیعات میں INERTIA یعنی استمرار کہلاتا ہے۔ مسلمانوں کی ترقی کے ابتدائی دور کی طاقت کافی عرصہ تک جاری رہی بلقان تک وسیع ترکی کی سلطنت اور برعظیم کی سلطنت مغلیہ انہی FLY WHEEL کے اثرات کے باقیات تھے۔

لیکن آخر کار نظام قدرت کا قانون جس کے ماتحت صرف اہلیت کے حامل ہی زندہ رہتے ہیں وہ کارفرما ہوا اور پچیالیس مسلم ممالک جو عالمی نقشہ پر نظر آتے ہیں تقریباً دو سو سال قبل کسی نہ کسی رنگ میں غلام ملک بن گئے۔

باوجود اس کے کہ مذکورہ ممالک ظاہری طور پر آزاد ہیں لیکن ان میں دوبارہ ترقی کرنے کی قوت اب بھی نظر نہیں آتی ہے حالیہ وقت میں خلیج کی جنگ میں عراق کے انجام نے اس دعویٰ کے کھوکھلا ہونے کا ثبوت فراہم کر دیا کہ کوئی مسلم ملک بھی درحقیقت طاقتور ہے۔ عراق کی دس لاکھ فوج کے باوجود اور تیل کی دولت ہونے کے باوجود عراق پر قبضہ ہونے میں صرف اڑتالیس گھنٹے لگے۔

ابن خلدون جیسے عظیم مسلمان مفکر اور تاریخ دان کے خیالات سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسلم معاشرہ غلط راہ پر چل رہا ہے۔ وہ چودھویں صدی میں کیمیا اور فلسفہ کی تعلیم کی مخالفت کرتا ہوا لکھتا ہے کہ مسلم معاشرے میں اس قسم کے علوم کی تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔

روایتی مذہب میں شدت پسندی (ORTHODOXY) اجتہاد اور ترقی کی راہ میں روک بنتی ہے اس کے علاوہ اس بات پر بھی تعجب نہ ہونا چاہیئے اگر کوئی حیاتیاتی (BIOLOGICAL) عنصر بھی ترقی کرنے اور قوت متحرکہ کو بروئے کار لانے میں روک ہو۔

دو ٹوک طریقہ پر یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ کیا سائنس اور حصول علم مسلمانوں کی تخلیق میں شامل نہیں ہے؟

فرانسیسی نیچری جین لامارک (JEAN LAMARK ۱۷۴۴ء ۱۸۲۹ء) نے اپنے پیش کردہ ارتقاء (EVOLUTION) کے نظریہ میں یہ کہا ہے کہ ایک جاندار اپنی اگلی نسل کو وہ خصوصیات منتقل کرتا ہے جو اس نے ضرورت کے ماتحت اپنے ماحول سے حاصل کئے ہوتے ہیں یہ ACQUIRED CHARACTERSTICS کا نظریہ کہلاتا ہے۔

لامارک کا نظریہ ڈارون DARWIN کے قدرتی انتخاب کے نظریہ THEORY OF NATURAL SELECTION سے مختلف ہے۔ ڈارون کے نظریہ میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ایک ہی صنف میں مختلف خصوصیات ہوتی ہیں اور صرف وہی خصوصیات جو اپنے ماحول کا مضبوطی مقابلہ کرتی ہیں اگلی نسل میں منتقل ہوتی ہیں۔

باوجود اس کے ڈارون کا نظریہ عمومی طور پر مانا جاتا ہے۔ لامارک (LAMARK) کا نظریہ بھی بہت سے لوگوں کے لئے قابل قبول ہے ممکن ہے دونوں نظریے کارفرما ہوں۔

اس لئے لامارک (LAMARK) کے نظریہ کے مطابق اونٹ جو ایک ریگستانی جانور ہے اس کی گردن ریگستانی ماحول کی وجہ سے لمبی ہے۔ ریگستان میں بہت کم جھاڑیاں پیدا ہوتی ہیں اور زندگی کو قائم رکھنے کے لئے ایک لمبی گردن کا ہونا ضروری ہے تاکہ اونٹ درختوں پر سے غذا کو حاصل کر سکے اس طرح ماحول کے مطابق حاصل کردہ تبدیلیاں اونٹ کی اگلی نسلوں میں قدرتی ورثہ میں ملنے والی خصوصیات بن جاتی ہیں۔

مذکورہ بالا بیان سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ خواہ کتنا ہی ناقابل قبول ہو (جیسا کہ یہ نظریہ جب پہلے پہل پیش کیا گیا کہ کرہ ارض کائنات کا مرکز نہیں ہے بلکہ کروڑوں کہکشاؤں میں سے ایک کہکشاں کا نہایت معمولی سیارہ یا جرم فلکی ہے) اس کے باوجود مسلمانوں کی (سائنس اور حصول علم کے بارہ میں) منفی صفات کے بارہ میں تحقیقات کرنے میں لامارک (LAMARK) کے نظریہ کو سنجیدگی کے ساتھ زیر غور رکھنے کی ضرورت ہے۔

جب آپ مسلمانوں کی تقریباً ایک ہزار سال کی تاریخ پر نظر ڈالیں گے تو وہ زیادہ تر بادشاہوں اور سلاطین کی کہانی معلوم دے گی۔ ان میں سے ہر زمانہ میں بیسیوں نے فتح حاصل کرنے اور تاخت و تاراج کرنے کے بعد مفتوحہ علاقوں پر فوجی طاقت کے بل بوتے پر حکومت کی۔

اس طرح مسلمانوں کے لئے سپہ گری سب سے زیادہ پسندیدہ اور بلند و بالا پیشہ بن گیا اور وہ اسلحہ کے استعمال میں مہارت حاصل کرنے میں مستعدی اور سرگرمی سے مصروف ہو گئے۔

گذشتہ صدی عیسوی میں غالب جیسے دانا نے بھی یہ کہا کہ شاعری ان کے لئے باعث عزت نہیں ہے۔ بلکہ سپہ گری ان کے آباء و اجداد کا باعزت پیشہ تھا۔

زمانہ حال کی بدلی ہوئی دنیا میں سپہ گری کے باعزت پیشہ ہونے پر اتفاق رائے نہیں ہے۔ اکثر فلسفی اور مفکر اس کو طفیلی پیشہ شمار کرتے ہیں ایک سپاہی اپنے ملک کی پیداوار میں ایک ذرے کا بھی اضافہ نہیں کرتا اور نہ قومی پیداوار (GNP) میں اس کا کوئی حصہ ہوتا ہے۔ موجودہ زمانہ کی ضروریات میں فوج ایک منفی چیز ہے گو شائد ایک حد تک ضروری بھی۔

جاپان کا دنیا کی زبردست اقتصادی طاقت بن جانے کی ایک بڑی وجہ سپہ گری کے کاموں میں انتہائی کم خیالی کی جاتی ہے۔ جاپان کے دستور کے تحت ملکی بجٹ کا ایک فیصد سے زائد فوج پر نہیں خرچ کیا جا سکتا ہے۔

مسلم معاشرے کا ماحول بنجارا سے ایک طرف مراکش تک اور دوسری جانب انڈونیشیا تک ہزار سالہ عرصہ میں، جیسا کہ غالب نے شاعرانہ انداز میں سو سال قبل بیان کیا تھا، عسکریت کے سایہ تلے رہا ہے۔ جبکہ بیسویں صدی سائنسی تجربہ گاہوں، فیکٹریوں، دفتروں میں، کمپیوٹروں پر، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں، سڑکوں کے بنانے اور استعمال پر تندہی اور مستعدی سے آٹھ گھنٹے روزانہ کام کا مطالبہ کرتی ہے۔ صرف وہی لوگ جو اس قسم کی مشقت والی قواعد کرنے پر آمادہ ہیں نہ کہ وہ جو ایک ہی قسم کی حرکت کو بار بار دہرائی جانے والی فوجی قواعد کرنا چاہتے ہیں، صرف وہی ترقی کر سکتے ہیں۔

اپنے ماضی اور اس کے تحت ورثہ میں قدرتاً حاصل کردہ صفات کی وجہ سے مسلمان اس طرح کے بدلے ہوئے ماحول کے لئے پوری طرح موزوں نہیں ہیں۔ ورثہ میں قدرتاً ملی ہوئی صفات انکو آٹھ گھنٹے مستعدی سے سائنسی تجربہ گاہ، کالج یا فیکٹری میں کام کرنے کے بجائے لوٹ مار کے لئے مجبور کرتی ہے۔ آسانی سے حاصل کی ہوئی دولت مثلاً آج کے پاکستان میں کسی کی موٹر کار چھین لینا بہت سے نوجوانوں کی دل پسند خواہش ہے۔

اسی قسم کی ایک اور مثال زمانہ حال کا بھارت پیش کرتا ہے۔ وہ لوگ جو قبل تقسیم ہندوستان میں رہ چکے ہیں انہوں نے جنوبی ہندوستان کے کسی ہندو کو دانش ورانہ یا بار آور کام کے دوران سوتے ہوئے نہ دیکھا ہوگا۔ لیکن شمالی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہندوستان کا ہندو ایسے کاموں کے دوران سوتا ہوا پایا جاتا تھا
شائد اس کی وجہ یہ ہو کر شمالی ہندوستان کے ہندوؤں کی اکثریت آرین نسل کی ہے اور جنوبی ہندوستان کے اکثر لوگ دراوڑ نسل کے ہیں جنہوں نے بہ نسبت آرین لوگوں کے شائد ہی کبھی سپہ گری کا پیشہ اختیار کیا ہو۔
لہٰذا قدرتی طور پر ورثہ میں ملی ہوئی صفات کے لحاظ سے جنوبی ہند کے لوگ آٹھ گھنٹے روزانہ بارآور کام کرنے کا رجحان رکھتے ہیں۔ یہ صرف قسمت کا کرشمہ نہیں ہے کہ جنوبی ہند کے لوگ شمالی ہند کے لوگوں کے مقابلہ میں حصول علم، سائنس اور تکنیکی کاموں میں زیادہ مہارت رکھتے ہیں۔ برطانوی حکومت کے دوران ہندوستانی فوج میں جنوبی ہند کے لوگ SAPPERS AND MINERS (فوج کے انجینئرنگ برانچ) میں زیادہ تھے لیکن انفنٹری اور دوسری لڑنے والی برانچوں میں بہت ہی کم تھے۔ جنوبی ہند کے لوگ سپہ گری میں اب بھی کم اہلیت والے خیال کئے جاتے ہیں۔
اس لئے کیا یہ نتیجہ نکالنا کہ ORTHODOXY (یا سائنسی دلالت پسندی کی غیر موجودگی) اور قدرت سے ورثہ میں حاصل کی ہوئی وہ صفات جو کسی دوسرے کا طفیلی PARASITE بنانے میں مددگار ہوتی ہیں یہ چھیالیس ۴۶ مسلم ممالک کی ترقی میں خاص طور پر رکاوٹ پیدا کرتی رہی ہیں۔ مسلمان ممالک کے اہل فکر لوگوں کو مذکورہ نظریئے پر غور کرنا چاہیئے اور اس مشکل کا حل معلوم کرنا چاہیئے۔

(پندرہ روزہ المصلح یکم نومبر تا ۳۰ نومبر ۱۹۹۲ء بحوالہ ڈان میگزین سیکشن ۹ اکتوبر ۱۹۹۲ء)

بقیہ: صـ۵

صحیح طور پر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ لمبے ناخن رکھنا صحت کے لئے مضر ہے اس سلسلے میں انہوں نے ہسپتال کی نرسوں کا ذکر کیا ہے کہ وہ مغربی ثقافت کی نقل کرنے کے لئے ایسا کرتی ہیں۔ یہ بات کئی بیماریوں کا باعث بن سکتی ہے جن کی وجہ سے ہمارے ہسپتالوں کی کیفیت اور بھی بدتر ہو جائے گی۔ جہاں پہلے ہی مختلف اقسام کے بکٹیریا اور وائرس خاصی تعداد میں موجود ہیں۔
پرانے زمانہ میں بچوں کے ناخن سکول میں اساتذہ دیکھتے تھے۔ تاکہ یہ معلوم کریں کہ وہ درست طریق پر کٹے ہوئے ہیں۔
خواتین کو چاہیئے کہ وہ ناخنوں کو "چڑیلوں" کے فیشن کی طرح بڑھانے سے گریز کریں۔ اس بات کو مشرقی ثقافت میں ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ اپنے جو لوگ ان کی زیر نگرانی ہیں ان کی صحت کے سلسلے میں اونچے طبقے کی خواتین کو چاہیئے کہ وہ ڈاکٹر فوزیہ کی نصیحت پر عمل کریں۔ ایسا کرنے سے ساری قوم کو فائدہ ہوگا۔ کیونکہ یہی خواتین فیشن میں ٹرینڈ سیٹر ہوتی ہیں۔ یعنی لوگ انہی کے فیشنوں کی طرف دیکھتے ہیں اور اپنی زندگی کو انہی کے مطابق ڈھالتے ہیں۔
یہ خط لاہور سے لکھا گیا۔

اطلاعات و اعلانات

درخواست دعا

○ محترمہ راشدہ خانم صاحبہ بنت مکرم چوہدری عبدالمجید صاحب گر موضع چھنیاں نزد ربوہ کپڑوں میں آگ لگنے سے دائیں ٹانگ پر زخم آنے کی وجہ سے زیادہ بیمار ہے۔
○ مکرم وقاص نعیم صاحب کو کار کے حادثے میں چہرے پر شدید چوٹیں آئی ہیں اور سی ایم ایچ سرگودھا میں داخل ہیں۔
○ مکرم مسعود احمد صاحب ابن مکرم غلام نبی صاحب جرمنی میں کافی بیمار ہیں اور ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔ ان کے پھیپھڑوں میں نقص ہے۔
○ عزیز حبیب احمد ابن مکرم محمد ایوب صاحب صدر جماعت احمدیہ خلیل آباد مکان کی سیڑھیوں سے گرنے کی وجہ سے بہت زخمی ہو گیا ہے۔
احباب ان سب کی کامل شفایابی اور درازی عمر کے لئے دعا کریں۔

سانحہ ارتحال

○ مکرم ملک منیر احمد صاحب طاہر آف راولپنڈی کی بڑی بیٹی عزیزہ فوزیہ بی ایس سی بی ایڈ عمر ۲۴ سال یکم جولائی ۹۳ء کو وفات پا گئی ہے۔ عزیزہ نے اپنی تکلیف دہ بیماری کا سارا عرصہ بڑے ہی صبر۔ شکر اور توکل سے ساتھ گذارا ہے

○ مکرم میاں مبارک احمد ناصر صاحب زرگر احمد نگر ابن مکرم میاں فضل حق صاحب حال جرمنی مورخہ ۱۳ جولائی ۹۳ء کی رات ہارٹ اٹیک سے جرمنی میں وفات پا گئے ہیں آپ موصی تھے آپ کا جسد خاکی پاکستان لانے کے لئے انتظام کیا جا رہا ہے
○ مکرم مرزا افتخار احمد اختر صاحب آف خانیوال بعمر ۶۵ سال مورخہ ۱۱ جولائی ۹۳ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ آپ نہایت مخلص متقی پرہیزگار انسان تھے۔ آپ کا ایک بیٹا مکرم مرزا وسیم احمد صاحب اس وقت خانیوال میں قائد خدام الاحمدیہ ہیں۔
احباب ان سب کی بلندیٔ درجات کے لئے دعا کریں۔

ضرورت خادم برائے بیت الحمد

○ احمدیہ بیت الحمد واہ کینٹ کے لئے ایک خادم کی ضرورت ہے۔ عمر ۴۰ سال سے ۵۰ سال تک۔ سائیکل چلانی جانتا ہو۔ سابق فوجی کو ترجیح دی جائے گی۔ مشاہرہ ایک ہزار روپے ماہوار تک۔ احاطہ بیت الحمد میں بجلی، پانی اور گیس کے ساتھ کوارٹر کی سہولت، درخواستیں اپنے امیر یا صدر جماعت کی سفارش کے ساتھ مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال کی جائیں۔

سعید احمد خان
۱۶ ـ ٹی آفیسرز کالونی
لالہ رخ ـ واہ کینٹ

نصرت جہاں اکیڈمی ربوہ کا شاندار نتیجہ

○ خدا تعالےٰ کے فضل سے امسال بھی نصرت جہاں اکیڈمی ربوہ کا میٹرک کا نتیجہ نہایت شاندار رہا ہے۔ طلباء کی لسٹ اور حاصل کردہ نمبر درج ذیل ہیں۔

نام طالبعلم	حاصل کردہ نمبر
۱ـ کلیم الدین	۷۴۹
۲ـ کامران عابد	۷۱۹
۳ـ بدر منیر	۷۱۵
۴ـ محمود احمد	۷۱۲
۵ـ کاشف سہیل	۷۱۰
۶ـ محمد احسن منگلا	۷۰۸
۷ـ ہدایت اللہ	۷۰۷
۸ـ اقبال احمد طاہر	۶۸۰
۹ـ شاہد عرفان	۶۷۹
۱۰ـ محمد اکرم	۶۷۰
۱۱ـ عطاء القدیر	۶۶۸
۱۲ـ عطاء الرحمٰن	۶۶۵
۱۳ـ محمد طفیل	۶۶۱
۱۴ـ بشیر احمد	۶۵۴
۱۵ـ طارق احمد	۶۵۰
۱۶ـ فاروق احمد	۶۴۹
۱۷ـ شعیب احمد	۶۲۸
۱۸ـ عطاء المجیب	۶۲۸
۱۹ـ عمران احمد عامر	۶۲۰
۲۰ـ نعیم احمد	۵۹۹

پرنسپل
نصرت جہاں اکیڈمی ربوہ

موصیان کرام

○ قواعد کی رو سے اگر چھ ماہ تک بقایا دار ہوں تو وصیت پر زد پڑ سکتی ہے اسلئے ایسے موصیان جنکے بقایاجات چل رہے ہیں جلد از جلد ادا کر کے اپنے بقایا ختم کریں۔
(سیکرٹری مجلس کارپرداز)

بقیہ صـ۲

برداشت نہیں کرتے کہ کوئی خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرے۔ اور وہ ایسے شخص کی راہ میں روڑے بھی اٹکاتے ہیں اور اس کے لئے مشکلات بھی پیدا کرتے ہیں۔ لیکن جہاں تک اس شخص کا تعلق ہے وہ ان باتوں سے خوش ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ اس بات کے لئے تیار رہتا ہے کہ دنیادار لوگ اس کے لئے مصائب پیدا کریں۔
ان تینوں اشعار میں حضور نے دنیاداروں کی طرف سے دی جانے والی عزت کو ٹھکرایا ہے۔ خدمت خلق کو اپنا فرض قرار دیا ہے اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ذلت برداشت کرنے کی خواہش کا اظہار کیا ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم بھی ان اشعار کے مطابق ہمیشہ خدا تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی عزت کے خواہاں ہوں اور دنیاداروں کی طرف ہماری نظر کبھی نہ اٹھے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خبریں

ربوہ: ۱۷ر جولائی۔ آسمان ابر آلود ہے۔ گرمی کی شدت میں کمی ہے۔ رات کے وقت خنکی ہو جاتی ہے۔

○ چیف آف آرمی سٹاف جنرل عبد الوحید نے جمعرات کے روز وزیر اعظم محمد نواز شریف سے ملاقات کے بعد صدر مملکت پاکستان غلام اسحٰق خان سے بات چیت کی اور ایک دفعہ پھر وزیر اعظم سے ملاقات کے بعد ان کو ساتھ لے کر ایوان صدر گئے۔ جہاں تینوں بڑوں میں دو گھنٹے مذاکرات ہوئے۔ ان مذاکرات کے نتیجہ میں لانگ مارچ روک دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ آخر میں محترمہ بے نظیر کو ایک خصوصی فوجی طیارہ میں اسلام آباد لایا گیا۔ اور انہوں نے جنرل عبد الوحید سے مذاکرات کے بعد لانگ مارچ ملتوی کرنے کا فیصلہ کیا۔

○ پیپلز پارٹی کے ایک مرکزی رہنما سلمان تاثیر نے بی بی سی کو بتایا کہ ملک کے وسیع تر مفاد میں حزب اختلاف نے اپنا احتجاجی پروگرام یعنی اسلام آباد کی طرف لانگ مارچ کو فوری طور پر ملتوی کر دیا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ محترمہ بے نظیر بھٹو کو جمعرات کے روز شام چھ بجے اچانک لاہور سے ایک فوجی طیارہ میں اسلام آباد لے جایا گیا جہاں انہوں نے اعلیٰ فوجی حکام سے خفیہ ملاقاتیں کیں جس کے بعد لانگ مارچ ملتوی کر دیا گیا۔

○ سٹیٹ بنک نے جمعرات کو روپے کی قیمت امریکی ڈالر کے مقابلے میں ۱۶۳ء۳ فیصد کم کر دی ہے۔ اس طرح ڈالر سے تعلق ختم کئے جانے کے بعد اب تک روپے کی قیمت میں ۱۴ء۸۳ فیصد کمی ہو چکی ہے۔ تجارتی حلقوں کے مطابق روپے کی قیمت میں تازہ کمی نئی تجارتی پالیسی کے مقاصد کے حصول کے لئے ہے اس کے مطابق برآمدات بڑھا کر تجارتی خسارہ دو ارب ڈالر تک کم کیا جا سکتا ہے۔ پالیسی میں برآمدات کا ہدف ۸ ارب اور درآمدات کا ۱۰ ارب ڈالر مقرر کیا گیا ہے۔

○ قائد حزب اختلاف محترمہ بے نظیر بھٹو نے امریکہ کی طرف سے پاکستان کو دہشت گرد ملکوں کی واچ لسٹ سے خارج کرنے کا خیر مقدم کیا ہے۔

انہوں نے کہا ہے کہ اس کارروائی سے پاکستان عالمی برادری سے الگ تھلگ ہونے سے بچ جائے گا۔

○ بتایا گیا ہے کہ وزیر اعظم نواز شریف نے صدر اسحٰق کی موجودگی میں اسمبلی توڑنے کا مشورہ دینے سے انکار کیا ہے۔ جبکہ صدر مقررہ وقت سے قبل مستعفی نہیں ہونا چاہتے اس لئے فوجی قیادت کی طرف سے صدر کو رخصت قبل از ریٹائرمنٹ پر جانے کی تجویز پیش کی جائے گی۔ لیکن اگر صدر نے رخصت قبل از ریٹائرمنٹ سے بھی انکار کیا تو آئین سے ماوراء اقدام ہو سکتا ہے۔ صدر کی رخصت کی صورت میں وسیم سجاد قائمقام صدر ہوں گے۔ نئے صدر کا انتخاب نومبر ۱۹۹۳ء میں ہوگا۔ اس فارمولے پر مذاکرات دو روز جاری رہیں گے۔

○ چیئرمین سینیٹ وسیم سجاد اور اپوزیشن لیڈر بے نظیر بھٹو نے جمعہ کو صدر غلام اسحٰق خان سے ملاقاتیں کیں۔ بے نظیر بھٹو نے ڈپٹی اپوزیشن لیڈر فاروق لغاری کے ہمراہ صدر غلام اسحٰق خان سے ملاقات کے دوران ان کو جنرل عبد الوحید کے ساتھ اپنی گذشتہ روز کی میٹنگ کی تفصیل سے آگاہ کیا۔ اور انہیں بتایا کہ انہوں نے فوج کے کہنے پر ملک و قوم کے وسیع تر مفاد میں لانگ مارچ کی کال واپس لی ہے۔ لیکن اسے منسوخ نہیں کیا گیا۔ بلکہ عارضی طور پر ملتوی کیا گیا ہے اور اگر اے پی سی کے مطالبات تسلیم نہ کئے گئے تو دوبارہ لانگ مارچ شروع کیا جائے گا۔ صدر مملکت نے بھی محترمہ بے نظیر بھٹو کو وزیر اعظم اور جنرل عبد الوحید کے ساتھ ہونے والی اپنی ملاقات کے بارے میں بتایا اور اس پیکیج سے بھی تفصیلاً آگاہ کیا جو ملک کے موجودہ سیاسی بحران سے نکالنے کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

○ معلوم ہوا ہے کہ موجودہ سیاسی بحران کے خاتمہ کے لئے مجوزہ حل کو حتمی شکل دینے کے لئے اعلیٰ شخصیات میں اہم رابطے متواتر ہو رہے ہیں۔ صدر نے اپنے مشیروں اور وزیر اعظم نے اپنے ساتھیوں سے صلاح مشورے مسلسل جاری رکھے ہیں۔ جبکہ محترمہ بے نظیر بھٹو نے اپنی پارٹی کے چوٹی کے راہنماؤں سے بات چیت کی۔ جس فارمولے کو حتمی شکل دی جا رہی ہے اس کے مطابق صدر اگلی مدت کے لئے عہدے کے امیدوار نہیں ہوں گے۔ جبکہ وزیر اعظم خود اسمبلی توڑنے کا مشورہ دیں گے۔ اور وہ نگران وزیر اعظم بھی نہیں بنیں گے۔

○ سیلاب سے متعلق تازہ ترین اطلاعات کے مطابق دریائے توی۔ دریائے راوی اور ستلج میں شدید سیلاب کی صورت ہے کئی گاؤں کا رابطہ ملک سے کٹ گیا ہے۔ بلوکی اور سدھنائی کے مقام پر اونچے درجے کا سیلاب ہے۔ سیالکوٹ شکرگڑھ اور ضلع قصور کے ۶۰ سے زائد گاؤں زیر آب آ گئے ہیں۔

○ اے پی سی کا ہنگامی اجلاس محترمہ بے نظیر بھٹو کی رہائش گاہ پر منعقد ہوا جس میں نوابزادہ نصر اللہ خان اور بعض دیگر رہنماؤں نے شرکت کی محترمہ بے نظیر بھٹو نے اس اجلاس میں بتایا کہ اے۔ پی۔ سی کے تمام مطالبات تسلیم کر لئے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ سب کچھ اتنی جلدی میں ہوا کہ اے۔ پی۔ سی کے تمام رہنماؤں سے رابطہ ناممکن تھا۔ تاہم انہوں نے کہا کہ ہم آئندہ بھی سب اکٹھے چلیں گے۔

○ معلوم ہوا کہ صدر وزیر اعظم اور آرمی چیف کے مابین قومی اسمبلی توڑنے، صدر اور وزیر اعظم کے موجودہ عہدوں سے الگ ہونے، صوبائی گورنروں اور وزراء اعلیٰ کے استعفوں نگران گورنروں اور وزراء اعلیٰ کی تقرری، آئندہ انتخابات کی تاریخوں، انتخابی قواعد میں ترامیم اور عام انتخابات کے انعقاد کے امور پر مذاکرات آئندہ دو تین روز جاری رہیں گے۔ اس دوران اپوزیشن لیڈر بے نظیر بھٹو سمیت پارلیمانی پارٹیوں کے لیڈروں کو بھی مذاکرات کے بارے میں اطلاعات مہیا کی جائیں گی۔

○ معلوم ہوا ہے کہ قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے عام انتخابات اکتوبر ۹۳ء میں فوج کی نگرانی میں ہوں گے۔ انتخابی مہم کے لئے دو ہفتے ملیں گے۔ اخراجات کی حد کے قانون کی پابندی کرائی جائے گی۔ سیاسی راہنماؤں کو ریڈیو۔ ٹی وی۔ پر وقت ملے گا۔ فوج کلاشنکوف سمیت تمام ہتھیار جمع کر لے گی۔ ہفتہ رواں کے دوران کسی بھی وقت قومی اور صوبائی اسمبلیاں توڑنے کے نوٹیفکیشن جاری ہو جائیں گے۔ موجودہ گورنروں اور وزرائے اعلیٰ کی جگہ نگران گورنروں اور وزرائے اعلیٰ کا تقرر ہوگا۔ گورنر عدلیہ اور وزرائے اعلیٰ غیر سیاسی شخصیات ہوں گے۔

دانتوں کا معائنہ مفت۔ احمد ڈینٹل کلینک
طارق مارکیٹ اقصیٰ چوک ربوہ
ڈینٹسٹ راناناصراحمد
۲½ ۴ بجے ۸½ بجے شام

کوٹھی پلاٹس اور دکانیں
برائے فروخت
۱۔ ایک عدد کوٹھی رقبہ دس مرلہ واقع ناصر آباد۔ اٹیچ باتھ روم۔
۲۔ پلاٹس دس۔ دس مرلہ واقع ناصر آباد۔
۳۔ ۵ عدد دکانیں واقع رحمت بازار
فروخت کیلئے موجود ہیں
رابطہ:۔ بشارت وحید۔ کوٹھی نمبر ۱۱۰ ناصر آباد۔ ربوہ

سوزوکی کار ALTO برائے فروخت
ماڈل ۱۹۹۰ء رنگ سفید نیز بے بی کارٹ۔ ویکیوم کلینر۔ واشنگ مشین۔
رابطہ: چوہدری افتخار۔ دفتر اسٹیٹ لائف۔ اقصیٰ روڈ۔ ربوہ
فون: ـــــ ۴۱۸

لندن کے لئے چیلنجنگ فیئر
لندن واپسی ٹکٹ صرف Rs16800/-
میں ریزرویشن کی گارنٹی کے ساتھ
بیرون ربوہ سے آنے والے احباب کیلئے ربوہ کا سفر خرچ بذمہ کمپنی۔
بروقت رابطہ فرمائیں۔
احمد ٹریولز انٹرنیشنل
بالمقابل ایوانِ محمود یادگار روڈ۔ ربوہ
فون دفتر: ۲۱۱۵۵۰ گھر: ۲۱۱۴۴۰

بے اولاد
مردوں کیلئے کورس
SPERMATOZOA COURSE Rs200/-
عورتوں کیلئے کورس
بانجھ پن کورس STERILITY COURSE Rs 100/-
اٹھرا کورس ATHRA COURSE Rs100/-
تفصیلی لٹریچر مفت
کیوریٹو میڈیسن (ڈاکٹر راجہ ہومیو) کمپنی
رجسٹرڈ۔ ربوہ
فون: ۶۰۶ - ۶۷۱